

”تحمیلہ تو پھٹا ہوا ہے“

ڈیوڈ روز (David Rose) غیر معمولی سطح کا پڑھا لکھا صحافی ہے۔ ویسے صرف صحافی کالفاظ اسکے کام اور پہچان کیلئے حد درجہ ناکافی نظر آتا ہے۔ ساٹھ برس کا یہ انسان کمال کا تحقیقی کام کرتا ہے۔ ایسی نایاب تحقیقات، جس سے بڑے بڑے فرعون تو کیا، حکومتیں لرزتی ہیں۔ ڈیلی میل میں کام کرنے والا یہ انسان، بہت عرصے تک بی بی سے مسلک رہا۔ چند ہفتے پہلے محترم شہباز شریف اور انکے خاندان کے متعلق ایک تحقیقی سٹوری لکھی جو کہ ڈیلی میل میں شائع ہوئی۔ اس نے پاکستان کی سیاست میں بالچل مجاہدی۔ آل شریف کے متعلق اس قدر جاندار ثبوت سامنے رکھے، کہ کوئی بھی دلیل سے بات کرنے سے قاصر ہا۔ ڈیوڈ روز ہر پاکستانی چینل پر خود آیا اور اپنی سٹوری کے ایک لفظ کی وضاحت کرتا رہا۔ آج بھی اپنے تحقیقی کالم پر قائم ہے۔

میرے ذہن میں ملکی صحافت کے متعلق کوئی اعلیٰ خاکہ نہیں ہے۔ یہاں اکثر دانشور اور جید صحافی، دلیل اور تحقیق کی بجائے ذاتیات کے مطابق گفتگو کرتے ہیں، یا کالم لکھتے ہیں۔ مقامی دانشوروں کی اس کھیپ کی کوئی بین الاقوامی حیثیت نہیں ہے۔ اکثریت، آج تک کسی بھی موضوع پر کوئی مستند کتاب نہیں لکھ سکی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اب مقامی صحافت کی عجیب و غریب روشن سے تنگ پڑھ کر ہیں۔ مگر یہ اخاطاط صرف صحافت تک محدود نہیں ہے۔ ہمارا ہر شعبہ، ترقی کی داستان ہے۔ معدودے چند لوگ ہیں جو حقائق کی کھوچ نکال کر بات کرنے اور لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ اردو اخبارات میں انکی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی حال اردو الیکٹرونک میڈیا کا ہے۔ ہاں انگریزی زبان میں چھپنے والے اخبارات میں کبھی کبھی کوئی آزاد روشن، تحقیقی سٹوری نظر آجائی ہے۔ پر یہاں انگریزی اخبار پڑھتا کون ہے۔ انگریزی چینل بھی موجود نہیں ہیں۔ اخاطاط کا عالم دیکھیے، کہ ڈنلڈ ٹرمپ اور عمران خان کے درمیان ملاقات کے بعد، ہمارے چند میڈیا پر سنز، انتہائی ادنیٰ درجے کی انگریزی زبان میں معمولی سوال کرنے کی استطاعت سے محروم نظر آتے تھے۔ بہر حال جیسا ملک ہوگا، ویسے ہی ادارے ہونگے اور ویسی ہی صحافت ہوگی۔

بات ڈیوڈ روز کی ہو رہی تھی۔ 9/11 کے حملوں کے بعد، ڈیوڈ پہلا جرئت تھا جس نے امریکی عقوبت خانے، گوانٹامہ بے کی بھرپور نہاد کی تھی۔ امریکہ اور برطانوی حکومتوں کو برہنہ کر کے رکھ دیا تھا کہ یہ گوانٹامہ بے میں، مسلمانوں پر حد درجہ ظلم کرتے ہیں۔ اس نے اس عقوبت خانے سے باہر آنے والے لوگوں کو تلاش کیا۔ ان سے تفصیلی انٹرویو کیے اور پھر اپنی شہرہ آفاق کتاب 2004 میں چھپنے والی یہ کتاب اتنی مستحکم لکھی۔ America's war on Human Rights Guantanaoma، معلومات پر تھی کہ برطانوی اور امریکی حکومتوں کو اس عقوبت خانے کے متعلق اپنی پالیسی تبدیل کرنی پڑی۔ کوئی بھی حکومت، ڈیوڈ کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا جواب نہ دے پائی۔ اسکے علاوہ ڈیوڈ نے برطانوی حکومت کے ایک فیصلے پر کڑی تقدیر کی۔ جس میں دہشت گردی میں گرفتار، لوگوں پر جدید طریقے سے تشدد کی اجازت دی گئی تھی۔ بن یا مین محمد، کا کیس، دنیا کے سامنے لانے والا ڈیوڈ ہی تھا۔ برطانیہ کی سینٹ کمیٹی برائے انسانی ہمیں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ واقعی تشدد کی یہ پالیسی نہ صرف غلط ہے، بلکہ اسکے منفی نتائج نکل رہے ہیں۔ بعضیہ

یہی بات، سکاٹ لینڈ یارڈ کے انچارج، پیٹر کلارک اور ایف بی آئی کے ڈائریکٹر نے کہی کہ مسلمانوں پر جدید طریقے سے تشدد کرنے کے کوئی نتائج نہیں نکل رہے۔ حد تو یہ ہے کہ ڈیوڈ نے ثابت کیا کہ جماس نے غزہ پر قبضہ، امریکہ معاونت سے کیا تھا۔ یہ ایک انتہائی ٹاپ سیکرٹ منصوبہ تھا۔ 2017ء میں "The Gaza Bombshell" میں "چینے والا یہ مضمون" کیلئے قیامت برپا کر دی۔ آٹھ کتابوں کا یہ مصنف، اس وقت آل شریف کیلئے مصیبت بن چکا ہے۔ وہ انگلی مالیاتی بے ضابطگیوں پر تحقیقی مقالے لکھ کر پاکستان اور برطانیہ کی حکومتوں میں تہمکہ مچاچکا ہے۔ غیر جذباتیت سے دیکھیے تو کسی نے بھی، اسکے حقائق کی تردید نہیں کی۔ ہاں تقید ضروری ہے۔ جو بہر حال ہر سیاسی جماعت اور انسان کا بنیادی حق ہے۔

ہمیں یہ بھی پڑھنا چاہیے کہ جس اخبار یعنی ڈیلی میل، جس میں محترم شہباز شریف کے متعلق منفی خبر چھپی ہے، وہ بذاتِ خود کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ڈیلی میل سوا سو سال پرانا اخبار ہے۔ یہ 1896ء میں شروع کیا گیا اور حالیہ دور میں "سن" اور "میٹرو" کے بعد برطانیہ کا تیسرا بڑا اخبار ہے۔ اسکی روزانہ کی اشاعت دس لاکھ سے اوپر ہے۔ اور ہاں، ایک انتہائی اہم بات۔ تحقیق کے مطابق اسکو پڑھنے والوں کی تعداد چالیس لاکھ کے قریب ہے۔ اسے 52 اور 55 کی عمر کے درمیان والے سب سے زیادہ پڑھتے ہیں۔ یعنی یہ سنجیدہ عمر کے لوگوں کا اخبار ہے۔ اسکی ویب سائٹ پر ہر مہینہ دس کروڑ سے زیادہ افراد مطالعے کیلئے آتے ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ڈیوڈ روز کی طرح، ڈیلی اخبار بھی متنبند حیثیت کا مالک ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ برطانوی اخبار میں کوئی بھی تحقیقی سٹوری چھانپنے اور چھپوانے کا کام انتہائی پیچیدہ اور غیر جانبدار ہے۔ جب بھی کوئی صحافی ایسی سٹوری لکھتا ہے جو کہ کسی شخص یا حکومت کیلئے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ تو ایڈیٹر، صحفت کی اعلیٰ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے، سٹوری کسی دوسرے ممتاز صحافی کے حوالے کرتا ہے۔ دوسرا صحافی، ایک ایمپائر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مکمل طور پر آزاد رائے سے اس کہانی پر تحقیق کرتا ہے۔ اگر حقائق جزوی طور پر بھی غلط نکلے، تو ایڈیٹر کو لکھ کر دیتا ہے کہ یہ تحقیق درست نہیں ہے اور اسکو نہیں چھانپا چاہیے۔ ہاں، اگر کہانی سو فیصد درست نکلے تو پھر ایڈیٹر کو لکھ کر دیتا ہے کہ اس میں کوئی سقلم نظر نہیں آیا۔ اسکے بعد، ایڈیٹر، اس کہانی کو اخبار کے لیگل شعبہ میں بھجواتا ہے۔ جہاں وکلاء کی ٹیم اس کہانی کو ہزارویں سے پرکھتی ہے اور اس پر اپنی رائے دیتی ہے۔ اگر کیلیں یہ کہہ دے، کہ قانونی سقلم کی وجہ سے سٹوری نہیں چھپنی چاہیے تو سٹوری ہرگز ہرگز نہیں چھپ سکتی۔ اس احتیاط کی صرف ایک وجہ ہے کہ برطانیہ میں مکمل طور پر قانون کی عملداری ہے۔ اگر کوئی اخبار غلطی سے کسی بھی شخص یا ادارے کے متعلق غلط خبر شائع کر دے، تو اسے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے۔ اس پر اس قدر جرمانہ کیا جائیگا کہ اخبار تقریباً دیوایہ ہا جائیگا۔ ہر سٹوری کی طرح، محترم شہباز شریف کے خاندان کے متعلق لکھنے سے پہلے، تمام جزئیات معمول کے مطابق طے کی گئی تھیں۔ ڈیوڈ روز نے تو ذاتی طور پر تمام لوگوں کو ای میلز پر بھی اپنایا۔ دینے کی دعوت دی تھی۔ مگر کسی بھی شخص، جو اس سٹوری میں ملوث تھا، جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔ غیر جانبداروی سے دیکھا جائے تو شائد ان لوگوں کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

ڈیلی میل کی اس سٹوری کے بعد محترم شہباز شریف برطانیہ تشریف لے گئے تھے۔ انکی وکلاء کی ایک ٹیم ان سے پہلے لندن میں قانونی چارہ جوئی کیلئے موجود تھی۔ گلتا تھا کہ ڈیلی میل کی شامت آچکی ہے۔ ڈیوڈ روز فوری طور پر انکے پیر پکڑ لیا۔ اخبار کا ایڈیٹر، ان لوگوں

کے گھر جا کر دروازے پر کھڑا ہو کر ہاتھ جوڑ دیگا۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ پہلی تلنخ بات تو یہ، کہ محترم شہباز شریف کی ملکی ٹیم میں، برطانوی اخبار کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کا کوئی ماہر تھا ہی نہیں۔ کسی بھی وکیل کے پاس وہ صلاحیت ہی نہیں تھی کہ ”ڈیلی میل“، جیسے اخبار کو عدالت میں پیشیان کر پاتا۔ چنانچہ اس کام کیلئے برطانیہ کی مشہور اور مہنگی ترین قانونی فرم، کارٹر رک Carter Ruck کا سہارا لیا گیا۔ یہ کمپنی برطانیہ میں اخبارات میں چھپنے والی خبروں پر قانونی چارہ جوئی کرنے کی ماہر ہے۔ اسکی صلاحیت کا لوہا، پورا برطانیہ مانتا ہے۔ بلکہ اسکے کلائنس دنیا کے طائفتوں اور مشہور ترین لوگ ہیں۔ رچ ڈبر گن، مائیکل مارٹن، ادا کارہ شلپا سیدھی، روئے ریم اور متعدد دیگر لوگ اس کمپنی کے خوشہ چیزوں ہیں۔ قطر کے شاہی خاندان سے لیکر کوئی شاہی خاندان، اس کمپنی سے استفادہ اٹھا چکے ہیں۔ دیکھا جائے تو کارٹر رک ایک انتہائی زیریک اور باصلاحیت کمپنی ہے۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ برطانیہ کی بہترین کمپنی نے بھی بھی ڈیلی میل اور ڈیوڈ روز کے خلاف کسی بھی عدالت میں کوئی چارہ جوئی نہیں کی۔ کسی بھی برطانوی عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا کہ محترم شہباز شریف کے خلاف بالکل غلط سٹوری شائع کی گئی ہے۔ آج کی تاریخ تک کسی برطانوی عدالت میں، ڈیلی میل اور ڈیوڈ روز کے خلاف کوئی کارروائی کی درخواست تک دائر نہیں ہوئی۔ ہاں، اخبار اور صحافی کو ایک قانونی نوٹس دیا گیا ہے کہ آپ نے یہ سب کچھ کیونکر اور کیسے کیا۔ قانونی نوٹس کے جواب کیلئے، اخبار نے چودہ دن کا وقت مانگا ہے۔ نوٹس کے بعد بھی ڈیوڈ روز نے کہا ہے کہ وہ اپنی تحقیقاتی سٹوری کے ایک ایک لفظ پر قائم ہے۔ برطانیہ میں ان تمام معاملات کو پاکستان کی طرح برنا نہیں جاتا۔ جہاں سول کورٹ کے بلا نے پر بھی ہرجانے کے کیس میں ملوث فریقین عدالت میں نہیں جاتے۔ سول کورٹ مکمل خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔ کیونکہ اسے اندازہ ہوتا ہے کہ فریقین اتنے ٹگڑے ہیں کہ انکے معاملات کو نہ چھیڑنا، زیادہ بہتر ویہ ہے۔ مگر برطانیہ میں یہ دستور نہیں ہے۔ اخبارات کے مالکان، صحافی اور عدالتیں اتنی مضبوط روابیتوں کے امین ہیں کہ کم از کم ہمارے جیسے ملکوں میں اس سچ کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ محترم شہباز شریف نے کارٹر رک کمپنی کو اپنا وکیل بنایا کہ ایک بہترین ترکیب استعمال کی ہے مگر کیا یہ واقعی عجیب و غریب بات نہیں کہ اس کمپنی اور شہباز صاحب نے بھی عدالت میں جانے سے گریز کیا ہے۔

افسوں تو اس امر کا ہے کہ ہمارے ملک میں کوئی لیڈر، کوئی سیاسی طور پر ڈیا آدمی، سچ نہیں بولتا۔ یہ لوگ ہر سطح اور ہر مقام پر کمال مہارت سے غلط دلائل پیش کرتے ہیں، کہ حیرت ہوتی ہے۔ ہماری سیاسی جماعتوں میں شائد سچ بولنے پر مکمل ممانعت ہے۔ قیامت تو یہ بھی ہے کہ اکثریت قوم اب سیاستدانوں کو سنجیدگی سے نہیں لیتی۔ مگر ہر جماعت کے جذباتی سیاسی کارکن موجود ہیں۔ یہ اپنے اپنے قائدین کو فرشتہ گردانے تھے۔ انکے خلاف کوئی بات سننے کی تاب نہیں لاتے۔ انہوں نے سیاسی بہت تراش رکھے ہیں اور شائد یہ ان بتوں کو ہی سب کچھ مان چکے ہیں۔ ہر سیاسی پارٹی میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دلیل سے کی گئی غیر جانبدار تقیید کو بھی شک کی نظر وہ سے دیکھتے ہیں۔ انہیں اور انکے سیاسی اکابرین کو ہر طرف سازش، ہی سازش نظر آتی ہے۔ سازش تو صاحب ہوئی ہے اور وہ ہے کہ عوام کو معاشی، سماجی اور اقتصادی غلام بنانے کی۔ اس بھی انکھیں میں تمام سیاسی جماعتوں شامل ہیں۔ ان اکابرین کیلئے لوگ کیڑے مکوڑے ہیں۔ اور عام آدمی، اسکو اپنا مقدر تسلیم کر چکا ہے۔ دیکھیے، برطانیہ میں ڈیوڈ روز، ڈیلی میل اور کارٹر رک اور ہمارے اکابرین تھیلے میں سے کون سی بلی نکال کر ہمیں حیران کر یہنگے۔ یا شائد، تھیلے میں سے کچھ بھی نہ نکل پائے، کیونکہ تھیلے تو پھٹا ہوا ہے!

راوِ منظر حیات